فہرست

❀❀❀❀

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ وَ أَتْبَاعِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ۔

أَمَّا بَعْدُ:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤﴾

دین اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جانے والا آخری دین ہے اور امت محمد یہ آخری امت ہے، نبی کائنات ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور آپ کی امت کے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ دین اسلام سورج کی طرح چمکتا ہوا دین ہے اس کی راتیں اتنی ہی روشن ہیں جتنا اس کا دن روشن ہے۔ گمراہ وہی ہوگا جو اپنے لیے گمراہی کو پسند کر لے وگرنہ پیارے نبی ﷺ اپنی امت کو ایک چمکتا ہوا دین دے کر گئے ہیں، روشنی کا مینارہ ایک دین دے کر گئے ہیں جس نے زندگی کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا، رسول اللہ ﷺ ہمیں ایک صاف ستھرا، پاکیزہ، طاہر اور مطہر دین حنیف دے کر گئے ہیں چنانچہ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اس سے اپنا رشتہ جوڑے رکھیں اور بڑا بدنصیب ہے وہ انسان جو اس چشمے سے دور ہو جائے اور ہلاکت و بربادی کے راستے پر چل پڑے، چنانچہ جو شخص دین اسلام کو اپنا لے وہ اہل السنہ، اہل الحدیث اور رسول اللہ ﷺ کا وارث ہے اور جو اس راستے کو چھوڑ دے وہ اہل

بدعت سے ہے، وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰي وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

[النساء: ۱۱۵]

''اور جو اپنے لیے ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور ایمان والوں کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر چلے تو ہم جہاں وہ جا رہا ہے، ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ جہنم برا ٹھکانہ ہے۔''

واضح رہے کہ مسلمانوں میں ایک گمراہ گروہ جسے ''خوارج'' کہا جاتا ہے، انتہائی خطرناک گروہ ہے کیونکہ جس عقیدے وفکر پر وہ گامزن ہیں، وہ عقیدہ اور فکر بھی گمراہی اور اس راستے پر چلنے والے بھی گمراہ ہیں اور یہ لوگ ہلاک کر دینے والے فتنوں کا شکار ہوئے۔ اگر ان کی اصل کی طرف لوٹیں تو بات سمجھنے کے لیے سیّدنا ابوموسیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ کافی ہے۔ وہ کچھ لوگوں کو دیکھتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے کنکر اکٹھے کئے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ سیدھے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ چنانچہ سنن دارمی میں ہے:

((فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّى رَأَيْتُ فِى الْمَسْجِدِ آنِفاً أَمْراً أَنْكَرْتُهُ ، وَلَمْ أَرَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِلاَّ خَيْراً. قَالَ : فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ : إِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ - قَالَ: رَأَيْتُ فِى الْمَسْجِدِ قَوْماً حِلَقاً جُلُوساً يَنْتَظِرُونَ الصَّلاَةَ ، فِى كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ ، وَفِى أَيْدِيهِمْ حَصًى فَيَقُولُ : كَبِّرُوا مِائَةً ، فَيُكَبِّرُونَ مِائَةً ، فَيَقُولُ : هَلِّلُوا مِائَةً ، فَيُهَلِّلُونَ مِائَةً ، وَيَقُولُ: سَبِّحُوا مِائَةً فَيُسَبِّحُونَ مِائَةً. قَالَ : فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ : مَا

قُلْتُ لَهُمْ شَيْئاً انْتِظَارَ رَأْيِكَ أَوِ انْتِظَارَ أَمْرِكَ. قَالَ : أَفَلاَ أَمَرْتَهُمْ أَنْ يَعُدُّوا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ أَنْ لاَ يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ. ثُمَّ مَضَى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَى حَلْقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ ، فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ : مَا هَذَا الَّذِى أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالُوا : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَصًى نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ. قَالَ : فَعُدُّوا سَيِّئَاتِكُمْ فَأَنَا ضَامِنٌ أَنْ لاَ يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَىْءٌ ، وَيْحَكُمْ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا أَسْرَعَ هَلَكَتَكُمْ، هَؤُلاَءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ -صلى الله عليه وسلم- مُتَوَافِرُونَ وَهَذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَآنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ ، وَالَّذِى نَفْسِى فِى يَدِهِ إِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِىَ أَهْدَى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ ، أَوْ مُفْتَتِحِى بَابِ ضَلاَلَةٍ. قَالُوا : وَاللَّهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! مَا أَرَدْنَا إِلاَّ الْخَيْرَ. قَالَ : وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْماً يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ ، وَايْمُ اللَّهِ مَا أَدْرِى لَعَلَّ أَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ. ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ : رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولَئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ.

(سنن الدارمی،باب فی کراھیۃاخذالرأی:۲۱۰)

''ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے مسجد میں ابھی ایک کام دیکھا ہے، وہ مجھے برا معلوم ہوا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ میں نے (اس سے قبل اسلام میں) بہتر ہی دیکھا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہ کیا ہے؟'' ابوموسیٰ نے کہا: ''اگر آپ زندہ رہے آپ بھی تو اسے دیکھ لیں گے۔'' ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے ایک جماعت کو حلقوں کی شکل میں مسجد میں بیٹھے

ہوئے دیکھا، وہ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ ہر حلقہ میں ایک آدمی ہے اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں وہ کہتا ہے :سو بار اللّٰہ اکبر پڑھو تو وہ سو بار "اللّٰہ اکبر" پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو با "لاالہ الا اللّٰہ" پڑھو تو وہ سو بار "لاالہ الا اللّٰہ" پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار "سبحان اللّٰہ" کہو تو وہ سو بار "سبحان اللّٰہ" کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:" پھر آپ نے ان سے کیا کہا؟" ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے ان سے کچھ نہیں کہا۔" انہوں نے کہا:" کیا تم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی برائیوں کو شمار کریں؟ اور ان کو ضمانت دینا تھی کہ اس طرح سے اپنے گناہ گننے سے ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔" پھر سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس چلے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے۔ حتیٰ کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:" یہ کیا ہے، جو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں؟" انہوں نے کہا:" اے ابو عبدالرحمٰن! ہم ان کنکریوں کے ساتھ اللّٰہ اکبر، لاالہ الا اللّٰہ اور سبحان اللّٰہ شمار کرتے ہیں۔" انہوں نے فرمایا:" اپنی برائیوں کو شمار کرو۔ میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اے محمد ﷺ کی امت! تم پر افسوس ہے کہ تم کتنی جلدی ہلاک ہو رہے ہو۔ حالانکہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کثرت سے موجود ہیں۔ اور آپ ﷺ کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے اور ان کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یا تو تم ایسے طریقے پر ہو جس میں محمد ﷺ کے طریقہ سے زیادہ ہدایت ہے یا تم نے گمراہی کا دروازہ کھولا ہوا ہے۔" انہوں نے کہا:" اے ابو عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! ہم نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت سے لوگ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں مگر انہیں نیکی حاصل نہیں

ہوتی۔رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا:''ایک قوم قرآن پڑھے گی جوان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔''اور اللہ کی قسم! شاید کہ ان کے اکثر تمہی سے ہوں۔''پھر آپ ان لوگوں کے پاس سے واپس آئے۔عمرو بن سلمہ کہتے ہیں''ہم نے ان حلقوں کے تمام لوگوں کو دیکھا جو نہروان کے دن خارجیوں کے ساتھ مل کر ہمارے(یعنی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کے) خلاف جنگ کر رہے تھے۔''

اس واقعہ میں واضح طور پر سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نصیحت موجود ہے کہ سنت کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے کسی بھی کام کو نیکی سمجھ کر کرنا گمراہی ہے،جس کا شکار وہ لوگ ہوئے اور خلیفۃ المسلمین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر کے''خوارج''کے ساتھی بن گئے۔العیاذ باللہ

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ خوارج کون ہیں؟ ان کے نظریات کیا ہیں؟ عقائد کیا ہیں؟ انھیں کیسے پہچانا جا سکتا ہے اور پہچاننے کے بعد ان سے بچا جا سکتا ہے؟

خوارج کی تعریف:

اہل علم کے خوارج کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''خارجی کا نام ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں جیسے افعال و اقوال اپنا لے۔''

یعنی جنھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی اختلاف کے وقت اہل اسلام کے خلاف بغاوت کی اور خروج کیا،تلوار اٹھائی اور میدان جنگ میں آئے۔ان کے جو عقائد،اقوال اور افعال تھے،قیامت تک جو ان کے راستے پر چلے گا اس پر خوارج کا لفظ بولا جائے گا۔

مزید فرمایا:

''اسی طرح ہر وہ شخص جو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت کو فیصلہ کن شریعت اور

قانون ماننے سے انکار کر دے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان کو کافر قرار دے اور ظالم مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کرے تو وہ خارجی ہے۔''

خوارج کا مشہور عقیدہ و نظریہ:

ان کے عقائد و نظریات میں مشہور نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہے۔

اسی طرح ظلم کرنے والا مسلمان حاکم یعنی وہ حاکم وقت مسلمان اور بظاہر کئی معاملات میں احکام شرعیہ کا پابند ہے لیکن اس کے بعض افعال ظالمانہ ہیں۔ اس کے ظلم کے خلاف بغاوت کرنے والے، بغاوت کا فتویٰ دینے والے خوارج اور ان کے ہمنوا ہیں چونکہ یہ لوگ خوارج کے اقوال و افعال میں موافقت کرتے ہیں اس لیے ان پر بھی خارجی کا لفظ صادق آتا ہے۔

۲۔ علامہ ابوالفتح محمد عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ خارجیوں کی عام پہچان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ مسلمان حکمران جس کی حکومت پر ملت اسلامیہ اکٹھی اور جمع ہو گئی ہو، تو جو اس کے خلاف بغاوت اور غداری کا فتویٰ دے یا اس کے خلاف بغاوت کا حکم دے، اس کے خلاف ہنگامہ آرائی اور قتل و غارت کی اجازت دے، اس کا یہ فعل شرعی امارت سے خروج سمجھا جائے گا اور یہی خوارج کی نشانی ہے۔''

(ملخص از الملل والنحل)

یعنی جو ایسے حکمران کے خلاف خروج یا بغاوت کا حکم دے جو شرک اکبر اور کفر بواح سے دور ہو، جبکہ امت مسلمہ اسے اپنا خلیفہ اور امیر بنا چکی ہے تو ایسا فتویٰ دینے والے خوارج ہیں، جو بغاوت یا خروج اس بنیاد پر کرتے ہیں کہ اس کے حکمران مظالم ہیں یا وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہے۔ تو وہ جان لے کہ اس طرح کے نظریات خارجیوں کے تھے۔

مزید خارجی کی علامات بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو حاکمِ وقت جس پر مسلمانوں کی جماعت کا اتفاق ہو چکا ہے کے

خلاف خروج کرنے اور بغاوت کرنے کا فتویٰ دے یا خود ایسا فعل کرے تو ایسے کرنے والے کو خارجی کہیں گے۔ خواہ وہ خروج صحابہ، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں ہو یا آئمہ مسلمین یا تابعین کے دور میں ہو یا آج تک کے کسی بھی مسلمان حاکم کے خلاف ہو۔'' (ایضاً)

۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ خوارج کی پہچان کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خوارج وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ المسلمین کے منتخب ہونے پر کھلم کھلا انکار کیا اور وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، آپ کی اولاد اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مکمل طور پر الگ ہو گئے اور انھوں نے تمام اصحاب سے جنگ کی۔''

مزید کہتے ہیں:

''خارجیوں سے مراد ایک سرکش گروہ ہے، یہ اہل بدعۃ کی ایک جماعت تھی، ان کا یہ نام دین حنیف اور مسلمانوں کے سب سے بہتر لوگوں پر بغاوت کرنے کی بنا پر رکھا گیا یعنی صحابہ کی جماعت کے خلاف بغاوت کی۔''

(فتح الباری ۲/۲۸۳)

۴۔ دکتور ناصر عبدالکریم حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں کی بنا پر اہل ایمان کو کافر شمار کریں۔''

(الخوارج ص:۲۸)

یعنی اہل السنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہو گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے چاہے تو بغیر سزا کے جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو سزا دے کر جنت میں داخل کرے، لیکن وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ مگر ایک شخص شرک اکبر اور کفر بواح کا مرتکب ہے تو وہ ہمیشہ کا دوزخی ہے۔ لیکن خوارج کہتے ہیں کہ انسان کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو جانے سے ہی ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔

معلوم ہوا کہ خوارج وہ لوگ ہیں: جنھوں نے جنگ صفین کے موقع پر امیر المؤمنین

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے صلح کے لیے مقرر شدہ حَکَم (فیصلہ کرنے والے) کو قبول ومنظور کر لینے کی وجہ سے ان کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی۔ سیّدنا معاویہ اور علی رضی اللہ عنہ کے مابین مقرر کردہ حَکَمین کی بات قبول کی گئی تو یہ گروہ الگ ہو گیا اور اس نے کہا: آپ نے اللہ کو چھوڑ کر انسانوں میں سے حَکَم مقرر کیا ہے لہٰذا آپ دونوں (معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما) کافر ہو گئے ہیں۔ حَکَم مقرر کرنے والے اور بننے والے سب کافر ہیں۔ معاذ اللہ

بعض علماء کی رائے ہے کہ خارجیوں کی ابتدا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے:

۱۔ سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے رسول اللہ ﷺ کے پاس سونے کے چند ڈلے بھیجے جسے آپ ﷺ نے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک آدمی مجلس سے کھڑا ہوا، اس نے کہا: اس سونے کے زیادہ حق دار ہم تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

((أَ لَا تَاْ مَنُوْنی وَاَنَا اَمِیْنُ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔))

''کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو حالانکہ جو آسمانوں میں (رب تعالیٰ) ہے اس نے مجھے امین بنایا ہے۔''

صبح وشام میرے پاس وحی آتی ہے، میں تو آسمان والے رب تعالیٰ کی باتوں کا امین ہوں اسی اثناء میں ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئیں تھیں، دونوں رخسار پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا اور تہبند اٹھائے ہوئے تھا، کھڑا ہوا اس نے کہا:

((یا رسول اللّٰہ! اِتَّقِ اللّٰہ!))

''اللہ کے رسول! اللہ سے ڈریں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلَكَ، اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ؟))

''تیرے لیے بربادی ہو! کیا زمین والوں میں سے میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق دار نہیں ہوں؟''

یعنی تو مجھے کہہ رہا ہے کہ اللہ سے ڈرو، حالانکہ میں سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ پھر وہ شخص یہ بات کہہ کر جانے لگا تو سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! ((اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهٗ؟)) کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں، اسے قتل نہ کر دوں؟ (یہ شخص آپ سے زبان درازی کر کے گیا ہے، آپ کی شان میں گستاخی کی ہے، لہٰذا آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماردوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا، لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيَ))

''نہیں، شاید ہوسکتا ہے یہ نماز پڑھتا ہو۔''

اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت سے ایسے نمازی ہوتے ہیں کہ وہ منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنِّيْ لَمْ اُوْ مَرْ اَنْ اَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ۔))

''مجھے کسی کے دل ٹٹولنے اور پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔''

یعنی مجھے ظاہری طور پر حکم لگانے کی اجازت ہے اور اگر کوئی دلی طور پر مسلمان نہیں ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا، دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا، لَا يُجَاوِزُ حَنَا جِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔))

''یقیناً اس کی نسل سے ایسی قوم (لوگ) نکلے گی کہ اللہ کی کتاب کی تلاوت سے ان کی زبانیں تر ہوں گی، حالانکہ وہ (کتاب) ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گی۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ۔))

(صحيح البخاري:٤٣٥١۔صحيح مسلم:١٠٦٤)

''اگر میں نے انھیں پالیا تو انھیں قوم ثمود کی طرح قتل کر دوں گا۔''

مطلب یہ ہے کہ دل میں اگرچہ نفاق ہو،لیکن ظاہراً نمازی ہو تو اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا خون مسلمانوں پر حرام ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص سچے دل سے نماز پڑھ لے تو اس کی فضیلت حدیث میں بیان ہوئی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے گھر کے سامنے نہر ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گی؟ یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ ان کے ذریعے خطائیں مٹا دیتا ہے۔

(صحيح البخاري:٥٢٨۔صحيح مسلم:٦٦٧)

اس حدیث میں ایک بات بطور خاص آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ قرآن کو پڑھتے ہوں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، مطلب یہ کہ قرآن بڑا پیارا اور بڑی خوب صورت آواز سے پڑھیں گے،لیکن قرآن کی تاثیر اور رنگ ان پر نظر نہیں آئے گا کیونکہ قرآن کے قاری پر قرآن کا رنگ نظر آتا ہے، اس کی زندگی میں انقلاب آتا ہے، اس کی لذت محسوس ہوتی ہے،جیسا کہ ایک صحابی قرآن پڑھ رہے تھے تو جب وہ پڑھتے گھوڑا بدکنے لگتا جب تلاوت روکتے گھوڑا پر سکون ہو جاتا پھر پڑھتے پھر گھوڑے بدکنے لگتا، پھر آسمان کی طرف دیکھا تو ایک روشنی اور نور دکھائی دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا:

''تیری تلاوت قرآن کو سننے کے لیے آسمان کے فرشتے آئے ہوئے تھے۔''

(صحيح البخاری:٥٠١٨)

بیڑا غرق ہو اس موبائل، فیس بک اور واٹس ایپ کا کہ جس نے ہمارے ہاتھوں سے قرآن کو چھین لیا، پہلے قرآن کی تلاوت ہوتی تھی اب سب سے پہلے موبائل کے میسج کو دیکھا جاتا ہے۔

☆ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قرآن کو سینے سے لگا کر رونے لگ جاتے اور کہتے مجھے معاف کرنا کہ کثرت جہاد کی وجہ سے تجھے کما حقہ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا۔ (مصنف ابن ابی شيبه: ٢١٤/٤، رقم:١٩٤٢٠،صححه ابن حجر فی المطالب العاليه: ٢٧٧/٤)

☆ نیز انسان کے مرنے کے بعد جو ساتھ جانے والا عمل ہے وہ سورۃ الملک کی تلاوت ہے کہ جو عذابِ قبر اور بندے کے درمیان حائل ہو جائے گی۔

(المستدرك للحاكم : ٢/ ٥٤٠، صححه الحاكم والذهبی)

☆ قرآن ہی ہے کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے بارے میں جھگڑا کر کے اسے جنت میں داخل کروائے گا۔ (صحيح مسلم: ٨٠٤)

☆ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن مجید کے ماہر کو قیامت کے دن فرشتوں کی صفوں میں کھڑا کیا جائے گا۔''

لیکن خوارج ایسے لوگ ہیں کہ تلاوت قرآن تو کرتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''خارجیوں کا سب سے پہلا شخص جس نے اس فتنے کی بنیاد رکھی وہ عبداللہ بن ذوالخویصرہ ہے۔''

بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہ! اِعْدِلْ: اے اللہ کے رسول!

آپ عدل وانصاف کریں۔آپ نے فرمایا:
((وَيْلَكَ، مَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ۔))

(صحيح البخاري:٦١٦٣)

''افسوس تجھ پر! اگر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون کرے گا؟''

۲۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور عطاء بن یسار رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ وہ دونوں سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حروریہ (خوارج) کے بارے میں سوال کیا کہ آپ نے ان کے متعلق نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا:
حروریہ کے متعلق تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟ البتہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((يَخْرُجُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، فَيَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَايُجَاوِزُحُلُوْقَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِيْ اِلٰى سَهْمِهٖ، اِلٰى نَصْلِهٖ،اِلٰى رِصَافَهٖ،فَيَتَمَارٰى فِى الْفُوْقَةِ:هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْئٌ؟))

(صحيح البخاري:٦١٦٣)

''اس امت میں ایک قوم ظاہر ہوگی۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ظاہر ہوگی۔ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں بہت حقیر خیال کرو گے وہ قرآن کی تلاوت بھی خوب کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق یا گلے سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ تیرانداز اپنے تیر کو دیکھتا ہے، اس کے پھل کو دیکھتا ہے، اس کے پروں کو دیکھتا ہے، اس کی جڑ کو دیکھتا ہے اس کو شک ہوتا ہے کہ شاید اس پر خون لگا ہو؟ (مگر وہ بھی صاف ہوتا ہے۔)''

۳۔ حضرت اُسید بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کے متعلق کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا: آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

((يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ مَرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔))

(صحيح البخاری: ٦٩٣١)

''وہاں سے ایک قوم نکلے گی یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کو زخمی کر کے پار نکل جاتا ہے۔''

۴۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِالزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ،سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔)) (صحيح البخاری: ٦٩٣٤۔)

''عنقریب آخر زمانے میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو نوخیز، کم عقل لوگوں پر مشتمل ہوگی، ظاہر میں تو تمام مخلوق میں بہتر کلام (قرآن مجید) کو پڑھیں گے، لیکن ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے۔تم جہاں بھی ان سے ملو ان کو قتل کر دو، کیونکہ ان کے قتل کرنے والے کو قیامت کے دن بہت ثواب ملے گا۔''

یہاں یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی حدود کے قیام کا ذکر آتا ہے تو وہاں حاکم وقت کو خطاب ہوتا ہے یعنی حدود کو لاگو اور نافذ کرنا حکمران کی ذمہ داری ہے مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی کو سزا دینا اور قاتل کو سزا دینا، مرتد کو قتل کرنا وغیرہ۔ عوام کو شریعت حکم دیتی ہے کہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اگر ہاتھ سے برائی سے روک سکتے ہو تو ہاتھ سے روکو، زبان سے روک سکتے ہو تو زبان سے روکو، مگر حدود کا نفاذ کرنے کی ہر شخص کو اجازت نہیں ہے اور اگر حاکم وقت اس میں کوتاہی کرتا ہے تو اسلام کہتا ہے کہ اسے پوشیدہ طور پر جا کر نصیحت کی جائے، اسے سمجھایا جائے۔ آپ نے اگر یہ کام کر لیا تو آپ بریٔ الذمہ ہو گئے، اب اس کے متعلق پوچھ گچھ حاکم وقت سے ہو گی۔

۵۔ سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ بَعْدِیْ مِنْ اُمَّتِیْ اَوْ سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ مِنْ اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ حَلَاقِیْمَھُمْ، یَخْرُجُوْنَ مِنَ الدِّیْنَ کَمَا یَخْرُجُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ، ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ فِیْهِ، ھُمْ شَرُّالْخَلْقِ وَالْخَلِیْقَةِ۔)) (صحیح مسلم: ١٠٦٧)

''میرے بعد میری امت میں ایک قوم ہو گی جو قرآن پڑھیں گے، وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، پھر اس میں واپس نہیں آئیں گے۔ وہ انسانوں اور مخلوقات میں بدترین ہوں گے۔''

اب جو بھی شخص، گروہ یا لوگ خوارج والے عقائد، نظریات و افکار کو اپنائیں گے اور ان کی راہ کو اختیار کریں گے اس پر بھی وہی حکم لگے گا جو حکم صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں خوارج پر لگا، جیسے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جب خوارج نے بغاوت اور ان کی تکفیر کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں سمجھایا مگر ان میں سے بعض اپنی ضد پر اڑے رہے اور سیّدنا علی و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کھڑے ہوئے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بحیثیتِ حکمران ان کی سرکوبی کی اور ان کا جنگ

نہروان میں قلع قمع کر دیا۔لہٰذا آج بھی اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے، غلط منہج پر چل رہا ہے تو اسے انفرادی سمجھائیں، اسے دعوت دیں، اپنے قریب کریں اس کے ہر معاملے میں شریک ہوں اور غمی و خوشی کے موقع پر مددگار و معاون بنیں تا کہ وہ حق کی طرف رجوع کریں۔ باطل فرقے اپنی دعوت پھیلانے کے لیے، غریب ممالک کا انتخاب کرتے ہیں، ان پر خرچ کرتے ہیں پھر انھیں دعوت دے کر گمراہ کرتے ہیں لیکن اہل حق سستی کا شکار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالفَقْرِ۔)) (سنن النسائی:٥٤٦٥)

''اے اللہ! میں کفر اور فقر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

مجھے پنجاب کے ایک بھائی نے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا میں اسے دعوت توحید دیتا تھا، وہ کبھی مان لیتا اور کبھی انکار کر دیتا، وقت گزرتا گیا، ایک دفعہ ہم دونوں بازار جارہے تھے کہ پیاس لگ گئی وہ مجھے کہنے لگا آؤ، یہاں ایک ہماری مسجد ہے ہم وہاں سے پانی پیتے ہیں۔ میں نے کہا: یہاں ایک بزرگ ہیں وہ بے نمازی کو پانی نہیں پینے دیتا۔ اس نے کہا: کوئی بات نہیں چلتے ہیں۔ہم گئے، پانی کے کولر سے ابھی گلاس بھرا ہی ہے کہ بابا جی اپنا عصا لے کر ہمارے پاس آ گئے، اس نے پانی نہ پینے دیا بالآخر میں اور میرا دوست اہل توحید کی ایک مسجد میں آ گئے، وہاں لائبریری تھی۔ وہاں گئے تو لائبریری میں ذمہ دار شخص نے ہمیں بٹھا کر سکنجبین پلائی اور تحفے میں ''محمدی نماز'' کتاب بھی دی۔ میرا دوست کہنے لگا: کتاب تو بعد میں پڑھوں گا پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ آج کے بعد میں تمھارا ساتھی ہوں۔ (حق کو قبول کر لیا اور اہل توحید میں شامل ہو گیا۔) اس لیے اچھا اخلاق دعوت میں بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ جب تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کی سب سے پہلے یہ بات میں نے سنی کہ:

((اَفْشُواالسَّلَامَ ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ ، وَصِلُوا الْاَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامٌ تَدْ خُلُوا الْجَنَّةِ بِسَلَامٍ))

(سنن ابنِ ماجه:٣٢٥١،سنن ترمذی:٢٤٨٥)

''سلام کو عام کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں،تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

لہٰذا لوگوں کو کھلانے کا حکم شریعت نے دیا ہے، اور جو باطل نظریات کا حامل ہے اس پر خرچ کرنا تو اس سے بھی زیادہ ضروری ہے تاکہ وہ ہدایت کے راستے کو اپنا لے۔

کسی امام صاحب کا واقعہ آتا ہے کہ ان کے شاگرد نے اپنے استاد جی کو کئی بار گھر میں کھانے کی دعوت دی اور کہا جو نمک روٹی ہو گی وہی کھائیں گے۔ کئی بار اصرار کے بعد استاد جی اپنے شاگرد کے گھر دعوت پہ چلے گئے۔ اس نے ایک روٹی اور ساتھ نمک لا کر رکھ دیا۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کو کھلائیں پھر انھیں کتاب وسنت کی دعوت دیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا خوارج سے مناظرہ:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حروری (خارجی) نکلے تو میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: امیر المومنین ظہر کو تھوڑا ٹھنڈا (لیٹ) کر لیں تاکہ میں اس قوم کے پاس جا کر ان سے بات کر سکوں، انھوں نے فرمایا: مجھے تمھارا ڈر ہے، میں نے عرض کی: ہرگز نہیں۔ فرماتے ہیں: میں نے ایک یمنی حلہ پہنا اور ان کے پاس گیا۔ وہ سب ایک گھر میں جمع تھے، میں نے انھیں سلام کیا: تو انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور پوچھا یہ حلہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: تم اس حلے پر تعجب کرتے ہو! میں نے نبی کریم ﷺ کو اس سے اعلیٰ حلے میں دیکھا ہے اور یہ آیت بھی اتری:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۳۲)

''آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب زینت جنھیں اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء دنیا کی زندگی میں ایمان لانے والوں کے لیے (بھی ہیں اور) قیامت کے روز صرف (ایمان والوں کے لیے ہی) ہونگی۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔''

[مطلب یہ ہے کہ تم میرے لباس پر اعتراض کر رہے ہو حالانکہ شرعی حد میں رہتے ہوئے زیب و زینت اختیار کرنا جائز اور حلال ہے۔]

پھر خارجی کہنے لگے: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے (نمائندہ بن کر تمھاری طرف) آیا ہوں تا کہ ان کی بات تم تک اور تمھاری بات ان تک پہنچاؤں (تا کہ آپس کا اختلاف ختم ہو جائے) نیز ان (صحابہ) کے وقت میں قرآن نازل ہوا اور تم سے زیادہ وحی کو وہ جانتے ہیں اور تم میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے، پھر بعض خارجیوں نے کہا: تم قریش سے نہ لڑو کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ (الزخرف: ۵۸)

''بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان سے بڑھ کر عبادات میں مشقت کرنے والا نہیں دیکھا کہ جن کے چہرے کا رنگ رات کے جاگنے سے بدل گیا ہو، ان کے اعضاء سجدہ سخت ہو گئے ہوں اور ان کے بدن پر پسینے سے بھیگے ہوئے کپڑے ہوں۔ ان میں سے بعض کہنے لگے: ہم ان سے ضرور بات کریں گے اور جو وہ کہتے ہیں غور کریں گے۔ میں نے کہا: مجھے بتاؤ، تمھیں علی رضی اللہ عنہ جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں اور ان کی جماعت مہاجرین و انصار سے کیا شکایت ہے؟ انھوں نے کہا: تین شکایات ہیں۔ میں نے کہا: کون

سی؟ انھوں نے کہا: پہلی شکایت یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے امر میں لوگوں کو حاکم بنا لیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ (الانعام: ۵۷)

''فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔''

تو فیصلے اور حکم میں بندوں کا کیا تعلق؟ میں نے کہا: یہ پہلی بات ہوئی، دوسری شکایت؟ کہنے لگے: علی رضی اللہ عنہ نے جنگ (یعنی جمل وصفین) کی، لیکن نہ کسی نے کسی کو قیدی بنایا اور نہ ہی غنیمت کا مال لوٹا۔ اگر ان میں ایک کافر تھا تو پھر وہ قیدی اور ان کا مال غنیمت کیوں نہیں بنے، اور اگر دونوں مسلمان تھے تو پھر ان کی لڑائی کیسے حلال ہوگئی؟ میں نے کہا: یہ ہوئی دوسری بات، تیسری بتاؤ۔ انھوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نام کے ساتھ سے امیر المومنین مٹا دیا تو کیا وہ امیر الکافرین ہیں؟

میں نے کہا: کیا اور بھی کوئی اعتراض ہے؟ کہنے لگے نہیں، میں نے کہا: اگر میں قرآن و سنت سے تمھارے اشکالات کا جواب دوں تو کیا مانو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، میں نے انھیں کہا: تمھارا یہ اعتراض کہ اس نے اللہ کے امر میں لوگوں کو حکم بنایا ہے تو میں تم پر وہ آیت پڑھتا ہوں جس میں درہم کی ربع قیمت میں ارنب (خرگوش) اور اس جیسے دوسرے شکار کے بارے میں حکم کو لوگوں کی طرف پھیرا (اور لوٹایا) گیا ہے۔ چنانچہ یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾

(المائدۃ: ۹۵)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو شکار کو مت قتل کرو اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں۔''

[اب یہاں شکار کے مسئلے میں اختلاف کی صورت میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو فیصلہ کرنے

کے لیے مقرر کر رہا ہے۔] چنانچہ ہم تمھیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا خرگوش یا اس جیسے شکار کے بارے میں انسانوں کا حکم بننا زیادہ فضیلت والا کام ہے یا ان کا اپنے خونوں اور آپس میں صلح کے معاملے میں حکم بننا زیادہ فضیلت کا باعث ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا، اس فیصلے کو انسانوں کی طرف نہ لوٹاتا۔ (لہٰذا یہ فیصلہ انسانوں کی طرف لوٹانا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنا درست ہے) اسی طرح خاوند اور بیوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ﴾ (النساء: ٣٥)

''اور اگر ان دونوں کے درمیان ناچاقی سے ڈرو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں سے اور ایک منصف عورت کے گھر والوں سے مقرر کرو۔''

لہٰذا لوگوں کو حکم بنانا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

تو کیا اس سے تمہاری بات کا جواب ہو گیا؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اب تمھارا یہ کہنا کہ یہ باہم لڑے نہ قیدی بنایا اور نہ ہی غنیمت لوٹی، میں کہتا ہوں کہ کیا تم امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بناتے، پھر ان کے ساتھ بھی وہی سلوک حلال ہو جاتا جو دوسری جنگی قیدی عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے؟ چنانچہ اگر تم ایسا کرو (یعنی امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنا لو) تو تم کافر ہو، کیونکہ وہ تمام مومنوں کی ماں ہے۔ اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ ہماری ماں نہیں ہے تو پھر بھی تم کافر ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ﴾ (الاحزاب: ٦)

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

لہٰذا تمھارے دونوں طرف گمراہی ہے، اب جس گمراہی میں چاہو، گرو جاؤ۔ تو وہ

(لا جواب ہو کر) ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ میں (ابنِ عباس رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا اس بات کا بھی میں نے جواب دے دیا؟ انھوں نے کہا: ہاں۔

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تمھارا تیسرا اعتراض ہے کہ انھوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب ہٹا دیا۔ تو میں تمھیں دلیل دیتا ہوں جسے تم مانو گے۔ تم نے نبی ﷺ کی وہ حدیث سنی ہے کہ جس میں ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی ﷺ نے جو مشرکین سے معاہدہ کیا تھا ان (مشرکین) کی طرف سے سہیل بن عمرو تھا تو نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: اے علی! لکھو کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صلح نامہ ہے۔

تو مشرکین کہنے لگے: نہیں، اللہ کی قسم! ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے، اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر ہمارا آپ سے جھگڑا کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ اے علی! لکھو یہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی طرف سے صلح نامہ ہے اور اپنے نام سے ''رسول اللہ'' کو مٹا دیا۔ چنانچہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ افضل اور بہتر ہیں تو کیا نبی ﷺ اپنے نام سے یہ مٹوا دینے سے نبوت سے خارج ہو گئے؟ پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بتاؤ، میں نے تمھارے اس تیسرے اعتراض کا جواب بھی دے دیا کہ نہیں؟ تو انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آخر کار ان خارجیوں سے دو ہزار (۲۰۰۰) لوگ واپس پلٹ آئے (خوارج کو چھوڑ دیا) اور باقی سارے گمراہی پر قتل کر دیے گئے۔ (السنن الکبریٰ للبیهقی: ١٦٧٤٠۔)

حضرات! اس بات کو بخوبی سمجھیں کہ حق کے دلائل آجائیں تو انھیں فوراً قبول کرنا چاہیے۔ جیسے خوارج میں ۲۰۰۰ افراد توبہ کر کے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ آج بھی اگر کوئی ایسا شخص جو شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، قبروں کا طواف کر رہا ہے، قبروں پر سجدے کر رہا ہے، غیر اللہ کو پکار رہا ہے اور اپنے گلے میں دھاگے، تعویز وغیرہ لٹکاتا ہے، اس شخص کو پتا نہیں تھا، وہ اسی کو دین سمجھتا ہے لیکن توحید کے دلائل آجانے کے بعد اسے یہ سارے کام چھوڑ دینے چاہئیں ورنہ گمراہی ہی گمراہی ہے اور اگر دلائل سمجھ آجانے کے بعد پھر

بھی کوئی کہے کہ بات تو ٹھیک ہے مگر لوگ کیا کہیں گے کہ یہ ''وہابی'' ہو گیا ہے۔ لوگو! آج وقت ہے بات کو سمجھ جائیں، حق کو قبول کر لیں۔ ابو طالب نے بھی یہی کیا تھا کہ بھتیجے! بات ٹھیک ہے، مگر قوم اور خاندان کیا کہے گا؟ حق کو قبول نہ کیا۔ دنیا میں خود کو لوگوں کے طعنوں سے بچا لیا مگر آخرت برباد کر لی۔ بھائیو! کہیں ہماری حالت بھی تو ایسی نہیں کہ ناک کو رکھتے رکھتے آخرت کو برباد کر لیں۔

اس واقعہ میں دروس:

۱۔ جب کسی سے مناظرہ اور مکالمہ کرنا ہو تو اس کام کے لیے ایسے آدمی کا انتخاب کیا جائے جو علم کے زیور سے مزین ہو، جس کے پاس علم ہی نہ ہو وہ بات کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو ایسے میں نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ مغلوب ہو جائے گا اور مزید یہ کہ عوام فتنے میں پڑ جائے گی۔

خوارج کے بارے میں آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ وہ قرآن پڑھنے والے تھے، چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے مناظرے کے لیے انتخاب ان کا کیا جو ماہر قرآن، مفسر قرآن اور سنت کے عالم ہیں (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) تاکہ ان کا رد قرآن مجید اور سنت مبارکہ کے دلائل کے ساتھ ہی کیا جائے۔

لہٰذا جس شخص کو قرآن و حدیث کے بنیادی دلائل سے آگاہی نہ ہو اور وہ مناظرے کے لیے تیار ہو جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس سے مناظرہ کرنا ہے اس سے بنیادی بات طے کر لینی چاہیے کہ ہمارا فیصلہ کس پر ہوگا؟ جیسے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے طے کر لیا کہ اگر میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کروں تو مانو گے؟ انھوں نے کہا: ہاں، ایسے ہی جب کسی سے بات ہو تو پہلے نکات طے کر لیں تاکہ نتیجہ صحیح نکلے۔ ورنہ وہ اپنی باتیں کرتا جائے گا اور آپ اپنے دلائل دیتے رہو گے۔ جیسے میرے بھائی سید طالب الرحمن شاہ صاحب کا ایک قادیانی سے مناظرہ ہوا تو انھوں نے کہا: میں قرآن و حدیث سے دلائل

دوں گا اور تم بھی قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرو گے۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ بات طے ہوگئی، گفتگو چلتی رہی۔تھوڑی دیر بعد اس نے کہا: تاریخ کبیر میں یوں ہے۔ بھائی نے کہا: ہماری بات طے ہوئی تھی کہ ہم دونوں قرآن و حدیث سے دلیل دیں گے، لہٰذا اس کتاب کو چھوڑیں۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کو تاریخ کبیر کا پتہ نہیں اتنی بڑی کتاب ہے۔ بھائی نے کہا: میرے پاس تاریخ کبیر سے بھی بڑی کتاب ہے۔ کہنے لگا: اس میں کیا لکھا ہے؟ بھائی نے کہا: مرزا کافر ہے۔ اس نے کہا یہ کون سی کتاب ہے؟ بھائی نے کہا: ''بٹاک العلوم'' ۲۶ جلدوں میں ہے۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا: یہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ بھائی نے کہا: آپ کو ملے گی بھی نہیں، کیونکہ ہمارا قرآن و حدیث سے دلائل دینا طے ہوا تھا۔

۳۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مدمقابل جس سے آپ بات کرنے جا رہے ہیں اس کے دلائل کا علم ہونا چاہیے اور اس کے دلائل کے رد کے لیے پختہ علم حاصل کریں، اسی طرح اس کی ایک ایک دلیل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں رد کریں۔ جب آپ اس طرح رد کریں گے تو وہ مانیں یا مانیں، سننے والوں پر ضرور اثر پڑے گا۔ جیسے یہاں خوارج میں ۲۰۰۰ آدمی سامعین میں سے اٹھے۔ اور انھوں نے حق کو قبول کر لیا۔

۴۔ مناظرے کے لیے سب سے پہلے اس بڑی چیز کا انتخاب کرنا چاہیے جو فیصلہ کن چیز ہو جیسے خوارج کا سب سے بڑا اور پہلا معاملہ ((ان الحکم الا للّٰہ)) تھا تو سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے اس دلیل کا جواب دیا۔ لہٰذا جب کسی سے بات ہو تو سب سے پہلے عقیدہ اور بنیادی مسئلے پر بات کریں تاکہ نتیجہ فیصلہ کن ہو۔

۵۔ دوران مناظرہ مدمقابل اور مخالف کی بات سنی جائے اور اس کی رائے کا احترام کیا جائے، مقابلہ بازی نہیں ہونی چاہیے۔

۶۔ معلوم ہوا کہ مناظرہ تبلیغ دین کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ خوارج کے ساتھ اس مناظرہ کا یہ

فائدہ ہوا کہ ۲۰۰۰ افراد نے حق قبول کیا۔ آج کل بعض لوگ مناظرے کے اس حکم کے خلاف ہیں، حالانکہ اس کا بہت فائدہ ہوتا ہے اس کی تازہ مثال ڈاکٹر ذاکر نائیک حفظہ اللہ ہیں کہ ان کے ہندوؤں ،عیسائیوں اور دیگر غیر مسلم پیشواؤں کے ساتھ مناظرے ہوتے ہیں تو بے شمار لوگ حق کو قبول کرتے ہوئے مسلمان ہوجاتے ہیں۔

۷۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مناظرے میں بڑی عمدہ بات کہی کہ تمھارے اندر صحابہ میں سے کوئی شخص نہیں ہے جو کہ قرآن مجید کے اوّل مخاطب تھے۔ یہ بات انھوں نے انھیں کمزور کرنے کے لیے کہی تو اس لیے جب کسی سے بات ہو تو انھیں کہیں کہ آپ کے پاس قرآن اور صحیح حدیث سے دلیل نہیں ہے۔

۸۔ حق بات کو قبول کرنے کے لیے پابند کر لینا چاہیے یعنی ایک بات طے ہو گئی اور آپ نے ان سے اس بات کا اقرار کروا لیا کہ یہ بات اللہ کے قرآن میں ہے اور حدیث مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے ہے؟ وہ اقرار کر لے پھر اسے یہاں سے بھاگنے نہ دیں، اور آپ کہیں کہ اس بات کو تسلیم کریں۔

اس کے بعد سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیہ خوارج سے کہا: ہم تمھیں مسجد میں جانے سے نہیں روکیں گے، تم مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرو، جب تک تم ہمارے ساتھ مل کر کفار کے خلاف جہاد کرتے رہو گے، مال غنیمت سے بھی تمھیں محروم نہیں کریں گے اور جب تک تم ہمارے خلاف جنگ نہیں کرو گے ہم بھی تم سے جنگ نہیں کریں گے، تم امن میں رہو اور ہمیں بھی امن سے رہنے دو۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حق بات کے واضح ہو جانے کے بعد بھی انھوں نے باطل کا راستہ اختیار کیا، کیونکہ شیطان ان کے دل میں باطل نظریات بھر چکا تھا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ اگر خوارج کا حال پڑھنا چاہتے ہو تو قرآن مجید کی یہ آیات پڑھ لیں:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴿۱۰۴﴾

(الكهف: ١٠٣،١٠٤)

''کہہ دیجیے، کیا ہم تمھیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''

واقعی خوارج کا یہی حال تھا کہ وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور اس کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اپنی دنیا و آخرت برباد کر چکے ہیں، لیکن وہ اپنی سوچ میں بہت نیکیاں کرنے والے ہیں۔

مزید فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴿۱۰۵﴾﴾ (الكهف: ١٠٥)

''یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع ہو گئے، سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

یعنی یہ لوگ اپنے وہم کے مطابق تو بڑے نیک اعمال کر رہے ہیں مگر روزِ قیامت ان کے اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔

چنانچہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، کیونکہ انھوں نے ان شروط کو توڑا جو ان سے طے ہوئی تھیں۔

☆ پہلی شرط یہ تھی کہ کسی بھی مسلمان کا خون ناحق نہ بہائیں۔
☆ دوسری شرط کسی امن پسند شہری کو نہ ڈرائیں۔
☆ تیسری شرط یہ کہ ڈاکے نہیں ڈالیں گے۔

انھوں نے ان شرائط کو توڑا، ناحق خون بھی بہایا اور امن پسند لوگوں کو تنگ بھی کیا۔

☆ ان خوارج سے رجوع کرنے والا ایک شخص سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں خوارج کے ساتھ شامل تو ضرور تھا مگر دلی طور پر ان کے موقف پر مطمئن نہیں تھا اور میں نے اپنے معاملے کو اس لیے چھپائے رکھا کہ اگر انھیں معلوم ہو گیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

آج بھی خوارج کی یہی نشانی اور حالت ہے کہ اگر کوئی شخص ان میں شامل ہو جائے پھر وہ ان کی حقیقت کو دیکھ کر بھاگنا چاہے تو ایسے شخص کو وہ بھاگنے نہیں دیتے اور اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص ہمیں چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس کا خون بہانا ان کے لیے اتنا آسان ہے، جتنا چیونٹی کو مسلنا۔

☆ جناب حمید بن ہلال سے روایت ہے وہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں جو شروع میں خوارج کے ساتھ تھا، پھر ان سے الگ ہو گیا تھا۔اس سے مروی ہے کہ خوارج ایک بستی میں داخل ہوئے،سیّدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے خوف زدہ ہو کر اس بستی سے باہر نکل گئے۔خوارج نے ان سے کہا: آپ پریشان نہ ہوں، آپ گھبرائیں نہیں، آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ (یا انھوں نے کہا: کیا ہم نے آپ کو خوف زدہ کیا ہے؟) انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔خوارج نے کہا: کیا آپ صحابی رسول خباب رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں۔خوارج نے پوچھا: کیا آپ نے اپنے والد سے کوئی حدیث سنی ہو جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوں تو آپ ہمیں وہ حدیث سنا دیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں، میں نے اپنے والد کو سنا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ایک فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ))

''اس فتنے میں کھڑے آدمی کی نسبت بیٹھا رہنے والا، چلنے والے کی نسبت کھڑا

رہنے والا اور فتنہ میں دوڑ دھوپ کرنے والے کی نسبت عام رفتار سے چلنے والا بہتر ہوگا۔“

اور فرمایا:

((فَاِنْ اَدْرَکْتَ ذَاكَ فَكُنْ عَبْدَاللّٰهِ الْمَقْتُوْلَ))

(مسند احمد: ٢١٠٦٤۔المعجم الکبیر للطبرانی: ٣٦٣١۔)

”اگر تمھارا اس قسم کے حالات سے سامنا ہو تو اللہ کا مقتول بندہ بن جانا۔“

پھر ان ظالموں نے عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی کنیز کو ساتھ لیا اور راستے میں ان کا گزر ایک کھجور کے درخت کے پاس سے ہوا، ایک خارجی نے کھجور پکڑی اور منہ میں ڈال لی، تو دوسرے خارجی نے کہا کیا ہم سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ ڈاکہ نہیں ڈالنا، آپ نے بغیر حق کے کھجور منہ میں ڈال لی ہے؟ اس نے کھجور پھینک دی، پھر اس کے پاس سے خنزیر کا گزر ہوا اس نے اسے تلوار مار کر زخمی کر دیا، اس خارجی نے پھر کہا کہ ہم سے عہد و پیمان لیا گیا ہے کہ ہم کسی کے جانوروں کو تنگ نہیں کریں گے اگرچہ یہ کسی ذمی اور کافر کا خنزیر ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس چیز کے بارے میں خبر نہ دوں جو ان سب چیزوں سے بڑھ کر حرمت والی ہے؟ انھوں نے کہا: ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا: تمھیں خنزیر اور کھجور کے متعلق عہد و پیمان یاد ہے مگر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد و پیمان تمھیں یاد نہیں؟ اس کے باوجود انھوں نے عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور ان کی حاملہ کنیز کا پیٹ پھاڑ دیا جس سے بچہ ضائع ہوگیا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ١٦٧٦٧۔)

ان تمام مظالم کے باوجود سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خوارج کے خلاف جنگ کا آغاز نہ کیا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنھوں نے صحابی رسول کو قتل کیا ہے وہ قاتل ہمارے حوالے کیا جائے ہم اس پر حد قائم کریں گے۔ تو سب خوارج نے کہا: ہم سب قاتل ہیں، تب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ماہ محرم ٣٨ ہجری میں ایک لشکر تیار کیا جو کہ شام کے خلاف تیار تھا، اسے لے کر دریائے نہروان کے مغربی کنارے پر پڑاؤ ڈالا جبکہ خوارج مشرقی کنارے پر تھے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے کہا: میں جانتا ہوں یہی وہ قوم ہے جنھیں خوارج کہا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ دین سے نکلے ہوئے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِيْ يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَائَتُكُمْ اِلٰى قِرَائَتِهِمْ بِشَيْئٍ، وَلَا صَلٰوتُكُمْ اِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْئٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ اِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْئٍ، يَقْرَؤُنَ الْقُرْآن يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُ لَهُمْ وَهُوْ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔))

(صحيح مسلم: ١٠٦٦،١٥٦۔)

''میری امت سے کچھ لوگ نکلیں گے، وہ قرآن (اس طرح) پڑھیں گے کہ تمھاری قرأت ان کی قراءت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ ہوگی اور نہ ہی تمھارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی۔ وہ قرآن پڑھیں گے اور وہ خیال کریں گے وہ ان کے حق میں (حجت) ہے، حالانکہ وہ ان کے خلاف (حجت) ہوگا۔ ان کی نماز ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھے گی، وہ اسلام سے اس طرح تیزی کے ساتھ نکل جائیں گے جس طرح تیر بہت تیزی کے ساتھ شکار کے اندر سے نکل جاتا ہے۔''

پھر علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: ''اگر وہ لشکر، جو ان کو پالے گا، جان لے کہ ان کے نبی ﷺ کی زبان سے ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے تو وہ دیگر اعمال سے (بے نیاز ہو کر صرف اسی عمل پر) بھروسہ کر لیں، اور یہی عمل جنت میں جانے کے لیے کافی سمجھے۔ اس گروہ کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہوگا جس کا بازو کندھے سے لے کر کہنی تک کا حصہ ہوگا، کلائی نہیں ہوگی، اس کے بازو کے سرے پر پستان کی نوک کی طرح (کا نشان) ہوگا جس پر سفید بال ہوں گے۔ میرے ساتھیوں تم لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کی طرف (لڑنے

کے لیے) جا رہے ہو اور ان لوگوں کو چھوڑ رہے ہو جو تمھارے بعد تمھارے بچوں اور اموال پر آ پڑیں گے، اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے کیونکہ انھوں نے (مسلمانوں کا) حرمت والا خون بہایا ہے اور لوگوں کے مویشیوں پر غارت گری کی ہے۔ اللہ کا نام لے کر ان کی طرف چلو۔'' (صحیح مسلم: ١٠٦٦)

☆ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان کے دن یہ بھی فرمایا: یہی وہ (خوارج) لوگ ہیں جن سے قتال کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیا۔ (السنة لابن ابی عاصم :٩٠٧)

پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے خلاف اپنے سفیروں کو روانہ کیا تاکہ وہ اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں اور اپنے موقف سے رجوع کر لیں، مگر سمجھنے کے بجائے انھوں نے ایک سفیر کو قتل کر دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر میدان میں اترے اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے لیے امان کا جھنڈا بلند رکھیں اور انھیں ضمانت دیں کہ جو اس جھنڈے تلے آ جائے گا، وہ امان میں ہوگا اور جو کوفہ و مدائن لوٹ جائے گا وہ بھی امان میں ہوگا۔ یہ بات سن کر بہت سے لوگ واپس چلے گئے، ان کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی، بس ایک ہزار یا ان سے کم لوگ باقی رہ گئے، پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر میدان میں آئے اور تمام خوارج کا خاتمہ کر دیا اور ان کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں اعلان کروایا کہ بھاگ جانے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، نہ ہی زخمی کو فوری قتل کیا جائے اور نہ ہی قیدی کو فوراً قتل کیا جائے۔

یہاں پر ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر کسی مسلم حاکم کا کسی باغی گروہ سے ٹاکرا ہو جائے تو اس کے اصول و آداب کیا ہیں؟ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر علماء کی رائے ہے کہ امیر المؤمنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ باغی گروہ سے اگر جنگ نہ کرتے تو ہمیں باغی گروہ سے لڑنے کے اصول کا علم نہ ہوتا۔

☆ جناب احنف بن قیس رحمہ اللہ نے کہا: کہ امیر المؤمنین! بصرہ کے لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اگر ان پر قابو پا لیا تو ان کے مردوں کو قتل کر دیں گے، ان کی عورتوں کو غلام

اور لونڈیاں بنالیں گے (حالانکہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور شعائر اللہ کو بجا لاتے ہیں) تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے جیسے شخص سے یہ امید نہیں کی جاسکتی، یہ اس شخص پر امید کی جاسکتی ہے جو کفر کی طرف لوٹ چکا ہو۔

کیونکہ یہ اہل قبلہ تو ہیں اگرچہ باغی اور خوارج ہیں۔ چنانچہ اگر اہل قبلہ سے لڑائی ہو گی تو ان کے اصول الگ ہیں اور اگر کافر، بت پرستوں، مشرکوں سے جنگ ہو گی تو ان کے اصول اور ہوں گے (یعنی ان کے مردوں کو قتل کیا جائے گا، عورتوں کو لونڈی بنایا جائے گا، ان کا پیچھا کیا جائے گا)۔

☆ اور اگر خوارج میں سے کوئی توبہ کر لے اور دوبارہ مسلمانوں کے خلیفہ پر بیعت کر لے تو ٹھیک ہے اور اگر وہ شکست کھا لیں یا وہ زخمی ہو جائیں یا وہ قیدی ہو جائیں تو اس صورت میں بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن بھی اپنے ساتھیوں سے کہا تھا:

> ''میدان جنگ سے بھاگنے والے کا پیچھا مت کرو، زخمی کو قتل نہ کرو اور جو آدمی اپنا ہتھیار پھینک دے اسے امان دو۔ عورتوں کے معاملے میں احتیاط کرنا اگرچہ وہ تمھیں اور تمھارے امراء کو برا ہی کیوں نہ کہیں۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ان اقدامات وہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج سے جنگ کا مقصد انھیں قتل کرنا نہیں ہے بلکہ ان سے لڑائی کا مقصد ان کے شر کو ختم کرنا ہے۔

❀❀❀❀

خوارج کی علامات اور نشانیاں

پہلی نشانی: غلو:

دین اسلام انتہائی امن والا دین ہے، لیکن خوارج شدت پسند تھے۔ دین اسلام میں غلو اختیار کرنا خوارج کی علامت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ خوارج عبادت میں بہت آگے تھے جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں اپنی عبادات ان کی ریاضتوں کے مقابلے میں ہیچ نظر آئیں گی، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے: آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ،لَيْسَ قِرَائَتُكُمْ اِلٰى قِرَائَتِهِمْ بِشَئى وَلَا صَلَاتُكُمْ اِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيئٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ اِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْئٍ۔)) (صحيح مسلم: ١٠٦٦۔)

''وہ (اس طرح) قرآن پڑھیں گے کہ تمھاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگی اور نہ تمھاری نمازوں کی ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی تمھارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے کوئی حیثیت ہوگی۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب ان کی چھاؤنی میں داخل ہوئے تو وہاں سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے مکھیوں کے بھنبھنانے کی سی آواز آرہی تھی مگر اس سب کے باوجود وہ اس حد تک مجرم کیوں بن گئے؟ اسلام میں اس قدر حقارت کا مقام کیوں بنے؟ اس لیے کہ وہ غلو کی اس حد تک پہنچ چکے تھے کہ جو بھی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جائے اسے کافر کہہ دیتے تھے، حالانکہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہے بلکہ گناہ گار ہے، اللہ تعالیٰ کی منشا پر ہے چاہے تو اسے معاف کر دے چاہے تو سزا دے۔ اس پر بہت سے دلائل ہیں۔ جیسے:

صحیح البخاری میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کا نام عبداللہ تھا اور اس کا لقب حمار تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا، نبی ﷺ نے اسے شراب پینے پر مارا تھا، ایک دن اس کو لایا گیا تو آپ ﷺ کے حکم سے اسے مارا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے! اسے بکثرت اس سلسلے میں لایا جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔))

(صحیح البخاری: ٦٧٨٠۔)

''اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! میں تو اس کے متعلق یہی جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔''

یہاں شراب پینے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

☆ خوارج گناہ کرنے والے پر بھی کفر کا فتویٰ لگاتے اور اسے جہنمی قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اسلام کا مزاج ایسا نہیں ہے، اگر کسی شخص سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے خواہ سزا دے یا معاف کر دے، یعنی وہ بندہ دائمی جہنمی نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ دو آدمی تھے ایک نے دوسرے کو جہنمی کہہ دیا، اللہ تعالیٰ نے جہنمی کہنے والے کو جہنم میں داخل کر دیا اور گناہ گار کو معاف کر کے جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح مسلم: ٢٦٢١)

چنانچہ اگر کوئی شخص شرک اکبر اور کفر بواح کا مرتکب نہیں تو جیسے بھی وہ گناہ کرے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر یہ جملے بولے جاتے ہیں: اگر فلاں بخشا گیا تو میں خود بخود بخشا جاؤں گا۔ یہ جملے بے علمی کی بنیاد پر بولے جاتے ہیں۔ بھائیو! کیا پتہ اللہ تعالیٰ کس پر مہربان ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث رسول ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ

فرشتوں سے کہے گا کہ میرے بندے کے نامہ اعمال سے بڑے بڑے گناہ ہٹا دو، چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کی چادر میں لے گا پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: میرے بندے! تو نے فلاں گناہ کیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں، پھر پوچھے گا فلاں گناہ کیا تھا؟ بندہ کہے گا ہاں، بندہ گناہ گار گھبرا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فرشتو! میرے بندے کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دو۔ بندہ کہے گا یا اللہ! میرے بڑے بڑے گناہ بھی تھے۔ یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آ گئیں۔

(صحیح مسلم:۱۹۰)

☆ خوارج کی نشانی یہ بھی ہے کہ جو ان کی رائے پر تسلیم نہ کرے تو وہ اس پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح کا تشدد نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ)) (صحیح مسلم: ۲۶۷۰۔)

''حد سے تجاوز کرنے والے اور غلو کرنے والے ہلاک ہو گئے۔''

بھائیو! دین اس قدر تشدد کا سبق نہیں دیتا بلکہ دین تو آسانیاں فراہم کرتا ہے صحیح البخاری میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ)) (صحیح البخاری: ۳۹۔)

''بے شک دین آسانی کا نام ہے۔''

یہاں پر یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ دین میں آسانی وہ مراد ہے جو رسول اللہ ﷺ نے آسانی دی ہے بعض لوگ گناہ کے معاملے میں کہتے ہیں دین آسان ہے۔ ان سے پوچھو کہ بھائی نماز پڑھتے ہو؟ جواب ملتا ہے دین بڑا آسان ہے۔ بیوی کو شرعی پردہ کیوں نہیں کرواتے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ دین بڑا آسان ہے۔ دین کی آسانی کا یہ مطلب سراسر غلط ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ، وَالرَّوْحَةِ وَشَيْئٍ مِنَ الدَّلْجَةِ))

''اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا، اس لیے میانہ روی اختیار کرو اور (اعتدال کے ساتھ) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ، صبح، دوپہر اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے مدد حاصل کرو۔''

دوسری نشانی: دین حنیف سے جاہل:

خوارج میں بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت سے لاعلم، اس کے دلائل سے دور، حکمت وتدبر سے غافل ہیں اور نصوص کا اطلاق اس کے صحیح مقام پر نہیں کرتے۔ جیسے گزر چکا ہے کہ ''حکم'' کے معاملے میں سیّدنا علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں ساری مخلوق میں زیادہ شر والے انسان خوارج کو سمجھتا ہوں۔

☆ اور فرمایا کرتے تھے: خوارج وہ جماعت ہے کہ جو آیات کریمہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، انھیں اہل ایمان اور مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں اور مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ (صحيح البخاري:قبل رقم الحديث:٦٩٣٠)

☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حروریوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: وہ مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانے والے، مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال سمجھنے والے اور تشدد کے شکار ہیں کہ عورتوں کی عدت کے اندر ہی ان سے نکاح کر لیتے ہیں اور اگر شادی شدہ عورت ان کے پاس آتی تو وہ اس کی آگے شادی کر دیتے۔

(الاعتصام للشاطبي:١٨٤-٢/١٨٣)

☆ ایک ان کی جہالت یہ بھی ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ سے مناقشہ ہوا اور جب انھیں اپنی رائے کے خلاف پایا تو ان سے ناراض ہو کر انھیں شہید کر دیا بلکہ ان کے ساتھ ان کی کنیز کو بھی قتل کر دیا۔ (کما ضرّ)

آج کے خوارج بھی اسی طرح کے ہیں۔ ان کے مختلف گروہوں کی باہمی جنگ کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوارج نے جب اپنے مخالفین پر کفر کا فتویٰ لگایا تو ان کا خون بہانے لگ گئے اور مشرکین سے جنگ کرنا چھوڑ دیا یہ سب جاہلوں کی عبادت کے آثار ہیں۔(فتح الباری:١٢/٣٠١)

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((هُمْ جُهَّالٌ فَارَقُوا السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ عَنْ جَهْلٍ))

''وہ (خوارج) جاہل تھے جو جہالت کے باعث اہل السنہ والجماعہ سے الگ ہو گئے۔''(منهاج السنة:٣/٤٦٤)

☆ ان کی جہالت اس حد تک جا پہنچی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ظلم کو منسوب کر دیا۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے: یہ اتنے ظالم لوگ ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی معاف نہ کیا بلکہ آپ پر الزام لگایا کہ آپ ظلم کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو ایک خارجی نے ہی کہا تھا: ((اِعْدِلْ))اے محمد! عدل وانصاف کریں۔گویا آپ کو عادل نہ سمجھتے تھے۔

تیسری نشانی: مسلمان حاکم کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان کی گمراہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہدایت اور اسلام کے ائمہ اور جماعت کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ عدل سے کام نہیں لیتے اور انھیں گمراہ قرار دیتے ہیں۔''

پھر کہتے ہیں کہ جو عدل نہیں کرتا وہ گمراہ ہے، اس کے خلاف خروج ہو گا اور اس کا قتل مباح ہے حالانکہ مسلمان حاکم اگرچہ ظالم بھی ہو تو فرمان رسول ﷺ تو یہ ہے کہ اگر وہ تیری کمر پر بھی مارے تو اپنے حق کا سوال اللہ سے کر اور اسکی اطاعت کرتا رہ۔(ابو داؤد: ٤٢٤٤)

واضح رہے کہ ہر دور کے خارجی کا یہ نظریہ رہا ہے کہ ایسے مسلمان حاکم کی اطاعت فرض نہیں ہے جو ان کی نظر میں ٹھیک نہیں، پھر وہ اس کی اطاعت سے پیچھے ہٹتا ہے اور اس پر مستزاد

کفر کا فتویٰ لگانا بھی ان کی پرانی روش ہے، نیز جو اس سے اختلاف کرتا ہے اس کا دشمن بن جاتا ہے۔حتی کہ آپس کے گروہوں کے لوگ انتظامی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں۔

جیسے موجودہ دور کا واقع ہے کہ ماں نے اپنے دو بیٹوں کو خوارج کے ساتھ ملنے سے روکا اور دھمکی دی کہ اگر باز نہ آئے تو میں شکایت کر دوں گی تو ان دونوں نے اپنی والدہ اور والد کو سٹور میں لا کر خنجر سے وار کر کے قتل کر دیا،اس لیے کہ اس کو وہ ثواب، دین اور جہاد سمجھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خوارج گناہوں کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں کے خون بہانے، مال لوٹنے، عزتیں پامال کرنے میں اس قدر آگے بڑھے کہ مسلمانوں کے ملکوں کو دارالحرب قرار دیا۔''

لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ خوارج کو پہچانیں، خود کو، اپنی اولاد اور دوست واحباب کو ان سے بچائیں۔

چوتھی علامت: بدگمان اور بدخصلت ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مال تقسیم فرمایا تو ذوالخویصرہ کہنے لگا:

((وَاللّٰهِ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ))

(صحيح البخاري: ٣١٥٠۔)

''اللہ کی قسم! یہ ایسی تقسیم ہے کہ اس میں انصاف پیش نظر نہیں رکھا گیا اور اس سے اللہ کی رضا مقصود نہ تھی۔''

اس واقعہ سے ان کی سوچ وفکر کی خرابی ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ صادق وامین پیغمبر ﷺ کے بارے میں اس قدر جرأت کے ساتھ بدگمانی کر سکتے ہیں وہ عام مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا بدسلوکی وبدگمانی کر سکتے ہیں!!

چنانچہ یہ خوارج مسلمانوں کے دشمن اور کفار پر نرمی کرنے والے ہیں، حالانکہ قرآن

مجید میں ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

(الفتح: ٣٩)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔''

دوسری جگہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫﴾

(المائدة: ٥٤)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگ لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔''

❀❀❀❀

خوارج کا مسلمانوں کی تکفیر کرنا

دلائل اور تجزیہ:

☆ خوارج کا نظریہ یہ ہے کہ جو مسلمان کبیرہ گناہ کر لے اس کا اسلام ختم ہو جاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہتا، دلیل کے طور پر وہ یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:

﴿بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۸۱)

''کیوں نہیں! جس نے بڑی برائی کمائی اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

تجزیہ:

اس آیت سے ان کا استدلال یہ ہے کہ جو بھی کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا وہ اس آیت کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

پہلی بات: تو یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ ان کی دلیل نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔ قرآن وسنت کے دیگر دلائل کو ملحوظ رکھ کر دیکھا جائے تو یہ سمجھ آتی ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رکھنے والے اعمال کفر اور شرک ہیں۔ کیونکہ یہی دو اعمال ہیں جن کی وجہ سے بندے کے تمام اعمال صالحہ برباد اور ضائع ہو جاتے ہیں، ان کے سوا کوئی گناہ ایسا ہے ہی نہیں جو اعمال صالحہ کو برباد کرے اور بندے کو ہمیشہ کے لیے جہنمی بنا دے۔

دوسری بات:

اگر آیت کریمہ کے شان نزول کو دیکھیں تو یہ آیت یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ انھوں نے شرک کیا تو ان کے اعمال برباد ہوئے اور وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن

بن گئے۔

تیسری بات:

صرف گناہ کی وجہ سے بندہ ہمیشہ کے لیے جہنمی نہیں بن جاتا، بلکہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ گناہ اس کی پوری زندگی گھیر کر رکھے اور اسی حالت میں وہ بندہ فوت ہو جائے تب وہ گناہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا سبب بنتا ہے اور وہ صرف دو ہی گناہ ہیں اور وہ ہیں: کفر اور شرک۔ یعنی کفر اور شرک ہی ہمیشہ کے لیے جہنمی بناتے ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے:

((ای من عمل بمثل اعمالکم و کفرماکفرتم به حتی یحیط کفره بما له من حسنة)) (تفسیر ابن ابی حاتم رقم: ٨٢٦۔)

''یعنی تمھارے اعمال جیسے وہ عمل کرے، جس کا تم نے انکار کیا اس کا انکار کرے، حتی کہ اس کا کفر اس کی تمام نیکیوں کو گھیر لے۔'' (تو یہی لوگ جہنمی ہیں)

ہم خوارج سے سوال کرتے ہیں! اگر کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے تو شریعت اسلامیہ میں اس کا حکم وہی ہونا چاہیے جو مرتد کا حکم بیان ہوا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت میں مرتد کے احکام بالتفصیل بیان ہوئے ہیں مگر کبیرہ گناہ کے مرتکب کے احکام بیان نہیں ہوئے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔

دین محمدی میں مرتد کا حکم بیان ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) (صحیح البخاری:٣٠١٧۔)

''جو شخص دین اسلام سے پھر جائے، اسے بدل لے تو اسے قتل کر دو۔''

واضح رہے کہ یہاں قتل کرنا حکمران کا کام ہے، عوام کا کام نہیں ہے۔

مگر گناہ کبیرہ کے متعلق یہ سزا بیان نہیں ہوئی۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَنِّيْ

رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالْمُفَارِقُ لِدِيْنِهٖ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ))

(صحيح البخاري: ٦٨٧٨۔)

''جو کوئی مسلمان اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو تین امور کے سوا اس کا قتل کرنا جائز نہیں: ایک جان کے بدلے جان، دوسرا شادی شدہ زانی اور تیسرا دین سے نکلنے والا، جماعت کو چھوڑنے والا۔''

خوارج کے ردّ میں دوسری دلیل:

خوارج کے رد میں دوسری دلیل درج ذیل ہے:

﴿وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ﴾

(الحجرات: ٩)

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو۔''

کیا اہل ایمان سے قتال کرنا کبیرہ گناہ نہیں ہے؟ یقیناً کبیرہ گناہ ہے مگر اللہ تعالیٰ یہاں فرما رہا ہے کہ ''ایمان والی دو جماعتیں'' یعنی قتال (کبیرہ گناہ) سے کافر نہیں ہوئے۔

مفسر قرآن ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہاں اہل ایمان سے قتال کے باوجود ان کا نام مؤمنین رکھا ہے، اسی سے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ معصیت سے ایمان خارج نہیں ہوتا اگرچہ وہ معصیت بڑی ہی کیوں نہ ہو، ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔ (تفسير ابن كثير: ٧/٣٧٤)

خوارج کے ردّ میں تیسری دلیل:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ﴾ (البقرة: ١٧٨)

''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے وہی آزاد، اور غلام کے بدلے وہی غلام اور عورت کے بدلے وہی عورت (قتل) ہوگی۔''

یہاں اس آیت قتل میں میں کبیرہ گناہ کے باوجود خطاب ''ایمان'' کے ساتھ گیا ہے۔ یعنی کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے باوجود وہ ایمان دار ہیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاتل، مقتول اور مقتول کے ولی کو بھائی قرار دیا ہے۔ اور بات واضح ہے کہ بھائی کا رشتہ صرف ایمان میں ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ مشرک کبھی ایمان دار کا بھائی نہیں ہوسکتا۔ بھائی کون ہے؟

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾

''ایمان دار صرف آپس میں بھائی ہیں۔''

ان سب دلائل سے واضح ہوا کہ خوارج کا یہ نظریہ کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب کافر ہوجاتا ہے۔ بالکل باطل اور شرعی نصوص کے بالکل متصادم ہے۔

مسئلہ امامت کبریٰ:

امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امامت کبریٰ کا قیام مسلمانوں پر لازم ہے، امام المسلمین، خلیفہ المسلمین نیک ہو یا بدمعروف کام میں اس کی بات سنی جائے گی اور اطاعت کی جائے گی۔سائل نے کہا: اگر گناہوں میں ڈوبا ہوتب بھی اس کی اطاعت کرنی چاہیے، یہ سمجھ نہیں آیا؟ جواب دیا کہ اگرچہ وہ گناہ گار ہی ہواس لیے کہ اس کی امامت کبریٰ کے بہت سے فوائد ہیں: حدود اللہ کا نفاذ ہوگا، اسی کے جھنڈے تلے دشمن سے جہاد ہوگا، امن وسکون قائم ہوگا اور مال غنیمت اسی کے ہاتھ سے تقسیم ہوگا۔

فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں حکم دینے والے ہیں۔''

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النساء: ٥٩)

''پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔''

یعنی اگر تمھارے درمیان کسی معاملے میں جھگڑا ہو جاتا ہے تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ اور ان سے فیصلہ کرواؤ۔

واضح رہے کہ اصل حکم اور امر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔''

مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے تو پھر حکم بھی اسی کا چلے گا۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ (الانعام: ٥٧)

''فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ زمین پر فیصلہ فقط اللہ تعالیٰ کا لاگو ہوگا اور رسول اللہ ﷺ خالصتاً منشا الٰہی کے بیان کرنے والے ہیں، اس لیے ان کی اطاعت بھی فرض ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے تھے۔

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ (النجم: ٣۔٤)

''اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔''

تو ہم پر رسول اللہ ﷺ کی بات ماننا ایسے ہی فرض ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی بات ماننا فرض ہے۔ جیسا کہ صحیح البخاری میں ایک صحابیہ کا واقعہ ہے آپ ﷺ نے اسے اپنے خاوند

کے ساتھ رہنے کا کہا تو اس نے کہا: کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں (یا سفارش کر رہے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، میں سفارش کر رہا ہوں۔'' (صحیح البخاری:۵۲۸۳)

معلوم ہوا کہ اگر حکم ہوتا تو پھر بات ماننا فرض ہو جاتا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۸۰)

''جو رسول کی فرمانبرداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہ شان صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے کہ ان کا حکم فرض اور واجب ہے، مخلوق میں سے کسی اور کا نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ جس طرح قرآن دین لینے کا ذریعہ ہے اس طرح حدیث بھی دین لینے کا ذریعہ ہے یعنی قرآن و حدیث سے ہی دین لیا اور سمجھا جائے گا۔ یہاں یہ بات جان لیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ میں صرف قرآن کو مانتا ہوں حدیث کو نہیں مانتا، وہ اہل ایمان کے عقیدے پر نہیں ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خاتون نے آ کر کہا: میں نے فلاں مسئلہ قرآن میں نہیں پایا۔ فرمایا: اگر تم قرآن فہم و تدبر سے پڑھتی تو تمھیں ضرور یہ بات مل جاتی، کیا تم نے یہ نہیں پڑھا:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر: ۷)

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو اس سے رک جاؤ۔'' (صحیح البخاری:٤٨٨٦، صحیح مسلم:٢١٢٠)

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد امیر المسلمین، حاکم وقت کی بات ماننا بھی ضروری ہے کیونکہ امیر المسلمین یا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کا نفاذ کرے گا یا امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل کا حل پیش کرے گا لیکن یاد رہے کہ حاکم وقت کی اطاعت مشروط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))

(مسند احمد: ۱۰۹۵)

''اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔''

آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا، لشکر کے امیر نے کہا لکڑیاں جلاؤ، لکڑیاں جل گئیں، امیر نے کہا: آگ میں چھلانگ لگا دو، بعض تیار ہو گئے اور بعض نے کہا: کہ ہم آگ سے بچنے کے لیے تو مسلمان ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا:

''جو آگ میں چھلانگ لگا لیتا تو وہ آگ میں جلتا رہتا۔''

(صحیح البخاری: ۷۱۴۵۔)

لٰہذا حاکمِ وقت کی پیروی نیکی کے کاموں میں کی جائے گی اور اگر حاکمِ وقت کی بات اللہ تعالیٰ کی بات سے ٹکرائے گی تو پھر بات نہ مانی جائے گی۔اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

((اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔)) (صحیح البخاری: ۷۱۴۵)

''اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِلْاِمَامِ مَالَمْ تَکُنْ مَعْصِیَةٌ))

''حاکمِ وقت امام کی بات کو سننا اور ماننا اس وقت تک فرض ہے جب تک وہ نافرمانی کا حکم نہ دے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ، عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے جب وہ یزید بن معاویہ کے زمانے میں حرہ کے واقعہ کی تیاری میں مشغول تھے، اس نے کہا: ابوعبدالرحمن کے لیے گدا بچھاؤ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس لیے تمھارے پاس نہیں آیا، میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم کو ایک حدیث سناؤں جو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ))

(صحيح مسلم: ١٨٥١)

''جس نے (مسلمانوں کے حکمران کی) اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے حق میں کوئی دلیل نہ ہوگی۔''

اور فرمایا:

((وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً))

(صحيح البخاری: ٢٩٥٧)

''اور جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی (مسلمان حکمران) کی بیعت نہیں تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

☆ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اس بات پر اجماع ہے جو وقت کا حاکم بن گیا تو جائز کاموں میں اس کی اطاعت کی جائے گی، کیونکہ شریعت میں بہت سارے ایسے احکامات، واجبات اور دیگر امور ہیں، جسے مسلمان حکمران ہی نافذ کر سکتا ہے۔ جیسے جہاد فی سبیل اللہ، حج بیت اللہ اور حدود اللہ کا قیام کرنا۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر یہ سارے کام عام لوگ اپنے ہاتھ میں لے لیں تو فتنہ و فساد ہوگا۔ لہٰذا یہ ذمہ داری وقت کے حکمران کی ہے، کیونکہ اس کے ہاتھ میں سلطہ (اختیار) ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ ، وَمَنْ يَعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ ، وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ، يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا، وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ

فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ۔))

(صحيح البخاري: ٢٩٥٧،صحيح مسلم:١٨٤١،١٨٣٠۔)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں قتال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے بچا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر امام تمھیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔''

لیکن اگر حاکمِ وقت نافرمانی کا حکم دے تو پھر اسے نصیحت کی جائے گی۔ سیّدنا ابو تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ))

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔''

ہم نے کہا: کس کے لیے خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ))

(صحيح مسلم:٥٥)

''اللہ کی، اللہ کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امیر کی اور عام مسلمانوں کی (خیر خواہی)۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمان خلیفہ اور حاکم کی خیر خواہی کیسے کی جائے گی؟ جب وہ شرعی احکام کا نفاذ کریں تو ان کی پاسداری کی جائے، اگر وہ غفلت کریں تو انھیں نصیحت کی جائے (یعنی اسے تنہائی میں مل کر نصیحت کی جائے اور تنبیہ کی جائے، کیونکہ نصیحت ہوتی ہی وہ ہے جو تنہائی میں کی جائے)۔

اگر وہ حق بات کہتا ہے تو تمام لوگوں کو اس پر جمع کیا جائے۔ چنانچہ حکام کے لیے نصیحت یہ ہے کہ ان کے علوم، تجربے اور خوبیوں کو پھیلایا جائے، ان کے بارے میں حسن ظن رکھیں۔ (فتح الباری:۱/۱۳۸)

خوارج کا ایک اور نظریہ:

خوارج نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا اور تسلیم کیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمراہی کا شکار ہو گئے، ان کی خلافت کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ انھیں کافر قرار دے دیا۔ پھر آگے بڑھے اور کئی صحابہ کو کافر قرار دے دیا یہی حال روافض کا ہے۔

امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام کے تمام خوارج سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانتے تھے اور سیّدنا عثمان، علی، عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔خوارج اور روافض کا یہ عقیدہ سراسر باطل ہے اور قرآن کی نصوص سے ٹکراتا ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾(آل عمران: ١١٠)

”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان اس طرح بیان ہوئی کہ امت کے اوّلین لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو کہ خیر امۃ ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ان سے مراد انصار و مہاجرین کی وہ جماعت ہے جنھوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔(مستدرك حاكم:٢/٢٩٤)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيئُ اَقْوَامُ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنِهُ وَ يَمِيْنُهُ

شَهادتَهُ))(صحيح البخاري: ٢٦٥٢)

''سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں۔ ان کے بعد کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو قسم سے پہلے ہی گواہی دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرٰهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ۗ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾﴾(آل عمران: ٦٨)

''بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقینا وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے (ابراہیم علیہ السلام کے قریب ہیں)، اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿وَالَّذِينَ اٰمَنُوا﴾ میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کا سب سے پہلے اطلاق اصحاب رسول ﷺ پر ہوتا ہے۔ صحابہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے:

﴿وَالسّٰبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔''

آگے فرمایا:

﴿وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾﴾ (التوبة: ١٠٠)

''اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی

ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح: ۱۸)

''بلاشبہ یقینا اللہ ان ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۷)

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقینا وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وہ لوگ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرتے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ نے بے وقوف قرار دیا ہے۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۱۳)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف لائے ہیں، خبردار ہو جاؤ یقیناً یہی بیوقوف ہیں، لیکن جانتے نہیں۔''

❀❀❀❀

ضروری نوٹس

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....